حافظ جمال اللہ ملتانی اور منتخب معاصر صاحب دیوان علماء (علامہ عبد العزیز پرہاروی، منشی غلام حسن شہید) کے کلام کا تحقیقی مطالعہ

A Research Study of the Poetry of Hafiz Jamalullah Multani and Selected Contemporary Sabib Diwan Ullama (Allama Abdul Aziz Parharvi, Munshi Ghulam Hassan Shaheed)

Muhammad Ismail
PhD Scholar,
Department of Usool Ul Din, University, of Karachi
Professor Dr Nasir ul Din
Ex. Chairman,
Department of Usool Ul Din, University, of Karachi
Dr Muhammad Imran Shami
Assistant Professor,
Department of Usool Ul Din, University of Karachi

Abstract

The role of Sufism in the history of the subcontinent is very important. In every era, these Sufis performed outstanding works to serve humanity, which resulted in two benefit.Number one, the promotion and propagation of Islam,Number two,service to suffering humanity.Hafiz Jamalullah Multani, Allama Abdul Aziz Parharvi, and Munshi Ghulam Hassan Shaheed were also pioneers of this caravan. While these gentlemen played an important role in popularizing the teachings of Sufis, these scholars promoted love, affection, peace, and stability among the people through their knowledge and famous works of poetry such as Si Harfi, Iman Kamil, and Diwan Gaman.

Keywords: Sufism, Pioneers, Carvan, Si Harfi, Iman Kamil, Diwan Gaman

برصغیر کی دینی و ادبی روایت میں اصلاحِ معاشرہ ایک ایسا ہمہ گیر فکری موضوع ہے جسے صاحبِ دیوان علماء نے محض وعظ و نصیحت تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے شعری جمالیات، فکری گہرائی اور عملی دعوت کے ساتھ ہم آہنگ کر کے پیش کیا۔ اس ضمن میں حافظ جمال اللہ ملتانی، مولانا عبد العزیز پرہاروی اور حضرت خواجہ منشی غلام

حسن شہید ملتانی نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان تینوں اکابر کا کلام اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ اسلامی شاعری محض جذباتی اظہار نہیں بلکہ ایک مکمل اخلاقی، فکری اور روحانی نظامِ اصلاح کی نمائندہ ہے۔[1]

حافظ جمال اللہ ملتانی کے ہاں اصلاحِ معاشرہ کی بنیاد "اصلاحِ باطن" پر قائم ہے، جہاں معاشرتی بگاڑ کو اخلاقی انحطاط کا لازمی نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ ان کے اشعار میں جھوٹ، فریب، نفاق اور خود غرضی جیسی اخلاقی بیماریوں کو نہایت نرم، وجدانی اور درد مندانہ اسلوب میں موضوع بنایا گیا ہے، جبکہ محبت، اخوت اور الفت کو معاشرتی استحکام کی اصل روح قرار دیا گیا ہے۔[2] ان کا یہ تصور تصوفِ اسلامی کی اس مسلمہ روایت سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے جس کے مطابق فرد کی باطنی تطہیر کے بغیر اجتماعی اصلاح ممکن نہیں۔[3]

اس کے برعکس مولانا عبد العزیز پرہاروی کا اصلاحی تصور علمی و فکری بنیادوں پر استوار ہے، جہاں وہ معاشرتی زوال کو براہِ راست علمی انحطاط، دینی فہم کی کمزوری اور اہلِ علم کی غفلت سے جوڑتے ہیں۔ ان کے کلام میں شریعت فہمی، فقہی بصیرت اور سنتِ نبوی ﷺ کی پابندی کو معاشرتی استحکام کی اساس قرار دیا گیا ہے، اور علما کے کردار کو اصلاحِ معاشرہ کا مرکزی ستون بتایا گیا ہے۔[4] یوں پرہاروی کا شعری خطاب زیادہ تر عقل، فکر اور شعور کو مخاطب کرتا ہے اور "علمی و فکری تطہیر" کو اصلاح کا بنیادی ذریعہ بناتا ہے۔[5]

ان دونوں اسالیب کے بالمقابل حضرت خواجہ منشی غلام حسن شہید ملتانی کا کلام، خصوصاً دیوانِ حسن، اصلاحِ معاشرہ کو عملی جہاد، غیرتِ ایمانی، حق کے لیے قربانی اور باطل کے خلاف مزاحمت سے وابستہ کرتا ہے۔ ان کے اشعار میں سچائی کے لیے جان دینے، عدل و حق کے قیام اور دینی حمیت کے تحفظ کو شریعت کا بنیادی تقاضا قرار دیا گیا ہے، جو اصلاحِ معاشرہ کے ایک فعال، متحرک اور انقلابی تصور کی ترجمانی کرتا ہے۔[6]

اگرچہ ان تینوں شعراء کے اسالیب وجدانی، علمی اور جہادی سطح پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں، تاہم ان کے فکری سرچشمے یکساں ہیں، جن کی بنیاد توحید، رسالت، سنتِ نبوی ﷺ، تصوفِ سنّی، اخلاقی تربیت اور امت کی اجتماعی اصلاح پر قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اختلاف محض اسلوبی سطح تک محدود رہتا ہے، جبکہ مقصد، پیغام اور فکری سمت میں مکمل ہم آہنگی نظر آتی ہے۔ حافظ جمال اللہ ملتانی دلوں کو نرم کر کے اصلاح کرتے ہیں، مولانا عبد العزیز پرہاروی ذہنوں کو منور کر کے، اور حضرت غلام حسن شہید کردار اور عمل کے ذریعے؛ یوں یہ تینوں اکابر اصلاحِ معاشرہ کے تین تکمیلی پہلوؤں "باطنی تطہیر، علمی بصیرت اور عملی جدوجہد" کو مجتمع کر کے اسلامی شاعری میں ایک جامع، مربوط اور زندہ اصلاحی روایت کی بنیاد فراہم کرتے ہیں، جو برصغیر کی دینی و ادبی تاریخ میں ایک مسلسل روحانی و فکری سلسلے کی حیثیت رکھتی ہے۔[7]

حضرت حافظ جمال اللہ ملتانیؒ، مولانا عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ، اور منشی غلام حسن شہید ملتانیؒ کے کلام میں ایک گہرا باطنی ربط اور فکری یکسانیت پایا جاتا ہے، جو انہیں صرف ادبی اظہار کے دائرے تک محدود نہیں رکھتا بلکہ ایک جامع روحانی، فکری اور عملی نظام اصلاحِ معاشرہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔ ان تینوں شعراء کے کلام میں عقائد کی پختگی، اخلاقی تربیت، تصوف کی صحت، اور سماجی اصلاح ایک مربوط سلسلے کی صورت میں جلوہ گر ہیں، اور یہی موضوعات متواتر انداز میں ان کی شعری روایت کا مرکز ہیں۔[8] تصوف کے تین بنیادی عناصر "علم، عشق، اور عمل" ان کے کلام میں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں: ملتانیؒ نے تصوف کو یکسر باطنی کیفیت، ذوقِ الٰہی اور دل کی تربیت کے اعتبار سے پیش کیا، جہاں عشقِ رسول ﷺ اور اللہ کی ذاتی محبت قلبی تجربے میں بنیادی مقام رکھتی ہے[9]

مولانا عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عشقِ رسول ﷺ اور تصوف کو شریعت و فقہ کے اصول کے تحت سائنسی اور منطقی دلائل کے ساتھ استوار کیا، جس سے اہلِ علم و عوام دونوں کے لیے معنوی بصیرت اور عقلی استدلال فراہم ہوتا ہے۔[10]

اس کے مقابل منشی غلام حسن شہیدؒ نے اپنے دیوانِ گامن اور دیوانِ حسن میں تصوف کو عملی جہاد، غیرتِ ایمانی، اور خدمتِ دین کے زاویے سے پیش کرتے ہوئے ایک عملی، جہادی اور سماجی فہم عطا کی ہے، جہاں وہ محبتِ رسول ﷺ اور عقائدِ دین کے اظہار کو اجتماعی اور عملی سطح پر چلنے والی تحریکوں کے ساتھ پیوند دیتے ہیں۔[11]

ان تینوں شعراء کے کلام میں اخلاقی اصلاح بھی ایک مشترک محور ہے: ملتانیؒ نے عوامی زبان و سادگی کے ساتھ جھوٹ، فریب، اور نفرت کے خلاف قلبی نصیحت کی، پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے علمی و فقہی دلائل کے ذریعے معاشرتی اصلاح پر زور دیا، اور غلام حسن شہیدؒ نے غیرتِ ایمانی اور عملی جدوجہد کے ذریعے اصلاح کی دعوت دی مثال کے طور پر دیوانِ حسن میں درج ایک شعر بیان کرتا ہے:

حق و باطل کی جنگ میں وہی سرخرو ہوتا ہے، جو دل میں ایمان کا پرچم بلند رکھتا ہے"[12]

زبان، اسلوب، عروض اور قافیے مختلف ہیں، لیکن ہر شاعر نے اپنے مقصد کو الفاظ کی سادگی اور معنی کی گہرائی کے ذریعے کامیابی سے پیش کیا، جس سے قاری ایک جامع، متوازن اور عملی فکری تصویر حاصل کرتا ہے۔ اس طرح ملتانیؒ کے کلام میں وجد و ذوق غالب ہے، پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار میں علمی و فقہی باریکی، اور غلام

حسن شہیدؒ کے کلام میں جوش وولولہ نمایاں ہے، اور یہ تمام زاویے باہم مربوط ہو کر برصغیر میں ایک ہم آہنگ، جامع اور عملی ادبی وفکری روایت کی تشکیل کرتے ہیں، جو اسلامی شعور اور ادبی میراث کی بنیاد ثابت ہوئی ہے۔ [13]

فکری بنیادوں کی مماثلت اور قرآن وسنت کے منہج کا امتزاج:

حافظ جمال اللہ ملتانی، مولانا عبدالعزیز پرہاروی اور منشی غلام حسن شہید اُن ممتاز شعراء میں شمار ہوتے ہیں جن کی فکری اساس، روحانی سمت اور شعری ترجیحات قرآن و سنت کے وفادار منہج سے عبارت ہیں۔ اگرچہ تینوں کے ذوق، اسلوب، تربیت اور روحانی ماحول میں نمایاں فرق پایا جاتا ہے، مگر ان سب کے ہاں ایک مشترک فکری دھارا واضح طور پر جلوہ گر ہے جو کتاب و سنت کی روشنی میں اصلاحِ نفس، تزکیۂ باطن، دین کی خدمت اور معاشرتی بگاڑ کے مقابلے کے عزم سے عبارت ہے۔ حافظ جمال اللہ ملتانی بنیادی طور پر ایک وجدانی اور باطنی رنگ رکھنے والے شاعر ہیں۔ ان کا تعلق صوفیانہ ماحول سے تھا، اسی لیے ان کی شاعری میں قرآن مجید اور احادیثِ نبوی ﷺ کی تاثیر زیادہ تر "نورِ قلب" اور "صفائیِ باطن" کے انداز میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ تزکیہ کو قرآن کے فیضان کا سب سے بڑا ثمرہ سمجھتے ہیں، جیسا کہ ان کا شعر:

کتابِ حق کی ضیا جب دلوں میں اتر گئی
تو پھر گناہ کی طرف دل کی راہ بند ہوئی[14]

اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ان کے نزدیک ایمان کی اصل روح گناہوں سے نفرت، دل کا پاک ہونا اور ذکرِ الٰہی سے دل کا روشن ہونا ہے۔ اس کے مقابل مولانا عبدالعزیز پرہاروی علمی پس منظر رکھنے والے ایک دقیق النظر عالم اور مصنف بھی تھے، جن کی شاعری میں تصوف کے بجائے علمی استدلال، شرعی ترتیب اور فکری توازن کا رنگ غالب دکھائی دیتا ہے۔ ان کے شعر:

حدیثِ مصطفیؐ سے جب ملا نورِ بصیرت
تو ہر شبہ مٹا، ہر راستہ روشن نظر آیا[15]

سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک سنتِ نبوی ﷺ محض روحانی کیفیت نہیں بلکہ شکوک کے ازالے، علمی روشنی اور فکری مضبوطی کا ذریعہ ہے۔ تیسری جانب منشی غلام حسن شہید کا منہج ان دونوں سے مختلف ہے، کیونکہ ان کی شخصیت میں صوفیانہ عمق بھی ہے اور عملی جہاد و خدمتِ دین کا عملی جوش بھی۔ ان کے شعر

بسمِ خدا کے دم سے ہے ہر اک سفر میرا
جو اُنؐ کی رہ میں چلا، وہ کبھی بھی گم نہ ہوا[16]

میں قرآن وحدیث کی روشنی کو وہ صرف روحانی ہدایت نہیں سمجھتے بلکہ عملی زندگی، جہاد، قربانی اور دین کی خدمت کا عملی راستہ سمجھتے ہیں۔ تینوں شعراء کے اسالیب چاہے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں، ان کی روح اور فکری بنیاد ایک ہی نقطے پر جمع ہوتی ہے کہ مسلمان کی اصل زندگی قرآن و سنت کی کامل پیروی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی وفاداری، اور دین کی اصلاح و خدمت کے لیے جدوجہد ہے۔

عشق رسول ﷺ کے بیان میں ربط:

عشقِ رسول ﷺ تینوں شعراء کی شاعری کا مرکزی اور بنیادی عنوان ہے، لیکن ہر شاعر کا اندازِ بیان، جذبہ، سطحِ اظہار اور روحانی جہت نہ صرف ایک دوسرے سے مختلف ہے بلکہ ان کے ذاتی مزاج اور روحانی تجربے کا آئینہ بھی ہے۔ حافظ جمال اللہ ملتانی کی شاعری میں عشقِ رسول ﷺ وجد، حال، جذب اور روحانی وارفتگی کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ ان کا شعر:

نبیؐ کے عشق نے دل کو وہ نور بخشا جمال
کہ میری روح بھی روشن ہوئی اس محبت سے[17]

اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک عشقِ رسول ﷺ دل کو روشن کرنے والی ایک ایسی کیفیت ہے جو کسی منطقی استدلال سے زیادہ باطنی سرور سے عبارت ہے۔ وہ محبت کو روحانی ترقی اور نورانی جاذبیت کا راستہ سمجھتے ہیں، اور ان کی فکر میں عشق ایک ایسی قوت ہے جو انسان کو گناہوں سے بچا کر روحانی رفعت تک پہنچا دیتی ہے۔ اس کے برعکس مولانا عبد العزیز پرہاروی جو علمی پس منظر رکھنے والے شاعر ہیں، عشقِ رسول ﷺ کا بیان بھی علمی ترتیب، شرعی احتیاط اور فکری توازن کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان کا شعر

وہیؐ محبوبِ خدا ہیں، وہیؐ ہیں فخرِ جہاں
اُنؐ کی سنت ہی سے بنتا ہے ہر مومن کا مقام[18]

اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ان کے نزدیک عشق کی بنیاد جذبات نہیں بلکہ اتباعِ سنت ہے، اور عشق وہی معتبر ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔ پرہاروی کے ہاں جذبات کا جوش کم اور علمی ضبط اور اعتدال زیادہ ہے۔ لیکن منشی غلام حسن شہید کا عشقِ رسول ﷺ ان دونوں سے نہایت مختلف ہے کیونکہ ان کے ہاں یہ عشق شہادت، جان نثاری اور عملی جہاد کے ساتھ مربوط ہے۔ ان کا شعر

نبیؐ کا عشق ہی دل کا چراغ بن کر رہا
اسی کی لو میں آیا ہے وصال کا مقدر[19]

اس شعر میں بتایا ہے کہ وہ عشق کو ایک ایسی قوت سمجھتے ہیں جو انسان کو میدانِ عمل میں ثابت قدم رکھتی ہے اور اس کی روشنی آخرت میں وصالِ رسول ﷺ کا سبب بنتی ہے۔ ان کی محبت نظری اور وجدانی کم، عملی اور جہادی زیادہ ہے۔ اس طرح تینوں شعراء کے یہاں عشقِ رسول ﷺ کا مرکز ایک ہی ہے مگر اس کے اظہار کی کیفیات مختلف ہیں حافظ جمال اللہ ملتانی کا عشق وجدانی اور باطنی، پرہاروی کا عشق علمی اور شرعی، جبکہ غلام حسن شہید کا عشق عملی، جہادی اور شہادت کے نور سے منور ہے۔ یہی تنوع تینوں کے فکری اور روحانی پس منظر کی صحیح ترجمانی کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ اگرچہ راستے مختلف ہیں، منزل اور مرکز ایک ہی ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور سنت کی پیروی ہے۔

تصوف وسلوک:

تصوف و سلوک کے مطالعے میں حافظ جمال اللہ ملتانی، مولانا عبدالعزیز پرہاروی اور منشی غلام حسن شہید تین ایسے نمایاں صوفی شعرا ہیں جن کے ہاں روحانیت کا سرچشمہ قرآن و سنت کی پیروی ہے، مگر اس پیروی نے ہر شاعر کی داخلی کیفیت اور عملی تجربے کے مطابق مختلف رنگ اختیار کیا ہے۔ حافظ ملتانی کے ہاں تصوف بنیادی طور پر عشقِ رسولؐ، باطنی سکون اور وجدانی تربیت کا نام ہے۔ اُن کے اشعار میں دل کی کیفیات اور روحانی لطافتوں کی جھلک واضح طور پر ملتی ہے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

دل کو سکوں ملا ہے اُن کی غلامی میں
ورنہ نفس کی آگ نے چین چھین لیا تھا[20]

یہ شعر واضح کرتا ہے کہ حافظ جمال اللہ ملتانی کے نزدیک غلامیِ رسول ﷺ نفس کی آگ بجھانے، قلبی اضطراب کو مٹانے اور باطنی توازن کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تصوف ذوق و وجد کی کیفیت پر قائم ہے جو عشقِ نبوی ﷺ اور تزکیۂ نفس کے ذریعے انسان کو سکون وطہارتِ قلب عطا کرتا ہے۔ اس کے برعکس مولانا عبدالعزیز پرہاروی کا زاویۂ نظر زیادہ علمی، معروضی اور شرعی جواز پر مبنی ہے۔ ان کے نزدیک تصوف وہی معتبر ہے جو عمل کی بنیاد پر قائم ہو اور شریعت کے دائرہ میں رہ کر روحانیت کو جنم دے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں

تصوف وہ نہیں جو بے عمل راہوں میں لے جائے
تصوف راستہ ہے مصطفی ﷺ کی پیروی کا[21]

ان اشعار سے ان کے تصوف کی دو نمایاں جہتیں سامنے آتی ہیں: اوّل یہ کہ ان کے نزدیک تصوف کا معیار وجد نہیں بلکہ اتباعِ سنت ہے، اور دوم یہ کہ حقیقی تصوف انسان کو عمل، تقویٰ اور شریعت کے التزام کی

طرف لے جاتا ہے۔ اس فکری جہت نے پرہاروی کے تصوف کو ایسے نظم و ضبط سے آراستہ کیا ہے جو روحانی تجربے کو شریعت کے سانچے میں ڈھال کر اسے علمی استحکام فراہم کرتا ہے۔

اس کے مقابل منشی غلام حسن شہید کا زاویہ تصوف نہ صرف وجد یا شریعت بلکہ عملی جہاد اور خدمتِ دین کے تجربے سے تشکیل پاتا ہے۔ ان کی روحانیت خانقاہ کے سکوت سے زیادہ معرکے کے شور میں جلوہ گر نظر آتی ہے، اور یہی ان کے سلوک کی امتیازی شان ہے۔ اُن کا شعر

خدا کے ذکر کے ساتھ جب چلا میں معرکے میں
تو میری روح نے دیکھا کہ فتح بھی عبادت ہے[22]

اس حقیقت کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے کہ غلام حسن شہید کے ہاں روحانیت کا تعلق عملی میدان، مجاہدانہ جدوجہد اور اقامتِ دین سے جڑا ہوا ہے۔ ذکر و عبادت اُن کے نزدیک محض خانقاہی مشق نہیں بلکہ میدانِ عمل میں اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جدوجہد بھی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس نظریے نے اُن کے تصوف کو فعال، اجتماعی اور قیادتی رنگ عطا کیا، جو نہ صرف فرد کی باطنی تطہیر کرتا ہے بلکہ معاشرے کی اجتماعی اصلاح اور دین کے دفاع میں بھی کردار ادا کرتا ہے۔ اس طرح تینوں شعراء کے ہاں تصوف و سلوک کی تین مستقل مگر باہم مربوط جہات سامنے آتی ہیں: حافظ ملتانی کے ہاں تصوف کی اصل بنیاد وجدانی کیفیت اور عشق ہے مولانا پرہاروی کے ہاں علم، شریعت اور عملی التزام اس کی اساس ہیں جبکہ غلام حسن شہید کے ہاں عمل، جہاد اور قیادتِ دینی اس کا مرکزی ستون ہیں۔ نتیجتاً یہ واضح ہوتا ہے کہ تینوں شعراء مل کر تصوف کے تین بڑے دائروں " کیفیت، شریعت اور عمل " کو مکمل کرتے ہیں، اور انہی تین جہات کے امتزاج سے برصغیر کی صوفیانہ روایت اپنی جامع، متوازن اور ہمہ گیر شکل میں سامنے آتی ہے۔

اصلاح معاشرہ:

حافظ جمال اللہ ملتانیؒ، مولانا عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ، اور منشی غلام حسن شہید ملتانیؒ کے کلام میں اصلاحِ معاشرہ ایک جزوی یا ثانوی موضوع نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر فکری منصوبے (Holistic Reformative Vision) کی حیثیت رکھتی ہے، جس میں فرد، معاشرہ اور امت تینوں کی اصلاح باہم مربوط نظر آتی ہے۔ حافظ جمال اللہ ملتانیؒ کے ہاں اصلاح کا نقطۂ آغاز باطنِ انسان ہے، وہ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ جب تک دل حسد، نفاق، خود غرضی اور دنیا پرستی سے پاک نہ ہو، معاشرتی سطح پر کوئی دیرپا تبدیلی ممکن نہیں۔ سہ حرفی میں ان کا اصلاحی خطاب براہِ راست دل سے مخاطب ہوتا ہے، جہاں وہ نرم مگر گہرے لہجے میں یہ حقیقت واضح کرتے ہیں کہ اخلاقی

زوال دراصل روحانی غفلت کا نتیجہ ہے، اور یہی غفلت اجتماعی بگاڑ کو جنم دیتی ہے۔ اس تناظر میں ان کے اشعار انسان کو محاسبۂ نفس پر آمادہ کرتے ہیں اور اصلاحِ معاشرہ کو اصلاحِ باطن سے مشروط قرار دیتے ہیں، جو صوفیانہ اصلاحی فکر کی ایک نمائندہ مثال ہے۔[23]

اس کے بالمقابل مولانا عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ اصلاحِ معاشرہ کو محض وجدانی یا اخلاقی وعظ تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اسے علم، عقیدہ اور شریعت کے مضبوط ڈھانچے سے وابستہ کرتے ہیں۔/ یمانِ کامل میں وہ واضح طور پر یہ موقف اختیار کرتے ہیں کہ معاشرتی فساد کی جڑ فکری انتشار اور دینی علم سے دوری ہے۔ ان کے نزدیک جب ایمان علمی بصیرت سے محروم ہو جائے تو وہ کمزور جذبات میں بدل جاتا ہے، اور جب شریعت اجتماعی نظم سے نکل جائے تو معاشرہ اخلاقی انارکی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی لیے پرہارویؒ اصلاحِ معاشرہ میں علما کے کردار، دینی تعلیم، اور شریعت کی اجتماعی بالادستی پر خاص زور دیتے ہیں۔ ان کا اسلوب اصلاح کو ذہن اور فکر کی سطح پر مستحکم کرتا ہے، جسے ہم معاشرتی اصلاح کی علمی و اعتقادی تطہیر کہہ سکتے ہیں۔[24]

تیسرے زاویے سے منشی غلام حسن شہید ملتانیؒ اصلاحِ معاشرہ کو عملی جدوجہد، غیرتِ ایمانی اور باطل کے خلاف مزاحمت سے وابستہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایسا معاشرہ جو ظلم، باطل اور ناانصافی کے سامنے خاموش رہے، اخلاقی طور پر مردہ معاشرہ ہوتا ہے۔ *دیوانِ گامن* اور *دیوانِ حسن* میں وہ بارہا اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ حق کی سربلندی محض زبان یا تحریر سے نہیں بلکہ قربانی، استقامت اور عملی کردار سے ممکن ہوتی ہے۔ ان کے اشعار میں اصلاحِ معاشرہ ایک متحرک عمل بن کر سامنے آتی ہے، جہاں ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ فرد ظلم کے خلاف کھڑا ہو اور دین کی اجتماعی حرمت کی حفاظت کرے۔ دیوانِ حسن کا یہ مفہوم رکھنے والا شعر کہ سچائی کے لیے قربانی دینا ہی شریعت کا اصل مطالبہ ہے، ان کے اصلاحی نظریے کو نہایت واضح انداز میں بیان کرتا ہے۔[25]

یوں ان تینوں شعراء کے ہاں اصلاحِ معاشرہ ایک مربوط فکری تسلسل کی صورت اختیار کر لیتا ہے: حافظ جمال اللہ ملتانیؒ دلوں کی تطہیر کرتے ہیں، مولانا عبد العزیز پرہارویؒ اذہان کی تشکیل اور علمی نظم فراہم کرتے ہیں، اور منشی غلام حسن شہیدؒ اسی فکر کو میدانِ عمل میں ڈھال کر اجتماعی غیرت اور مزاحمت کی شکل دیتے ہیں۔ یہی ہم آہنگی ان کے کلام کو محض ادبی اظہار سے بلند کر کے برصغیر کی اسلامی اصلاحی روایت میں ایک جامع، متوازن اور اطلاقی ماڈل کے طور پر پیش کرتی ہے، جو آج کے معاشرتی تناظر میں بھی فکری اور عملی رہنمائی فراہم کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

فنی ربط: زبان، بیان، اسلوب، عروض:

منشی غلام حسن شہید	مولانا پرہاروی	حافظ جمال اللہ ملتانی	پہلو
روایتی، خطیبانہ	ادبی، کلاسیکی	سادہ، وجدانی	زبان
جوشیلہ اور ولولہ انگیز	علمی و استدلالی	نرم اور محبت بھرا	بیان
رزمیہ اور حماسی بحور	خالص کلاسیکی بحور	مختلف بحور، عوامی رنگ	عروض
جوشیلے، رزمیہ انداز	مضبوط اور علمی	آسان اور روانی والی	قافیہ

فنی ربط کے اعتبار سے حافظ جمال اللہ ملتانی، مولانا عبد العزیز پرہاروی اور منشی غلام حسن شہید تینوں کے ہاں زبان، بیان، اسلوب اور عروض میں اگرچہ واضح فرق پایا جاتا ہے، مگر یہ اختلاف دراصل ان کے فکری مزاج اور دعوتی پس منظر کی ترجمانی کرتا ہے۔ حافظ جمال اللہ ملتانی کی زبان بہت سادہ، روشن اور وجدانی رنگ لیے ہوئے ہے۔ وہ پیچیدہ ادبی نزاکتوں کے بجائے عام فہم مگر دل میں اتر جانے والی تاثیری زبان استعمال کرتے ہیں، جس میں لطافت، نرمی اور روحانی جذبہ نمایاں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں سادگی کے باوجود روحانی اثر غیر معمولی ہوتا ہے۔ بیان میں بھی اُن کے ہاں محبت بھرے لہجے کے ساتھ باطن کی پاکیزگی کا پیغام ملتا ہے۔ عروض کے اعتبار سے وہ مختلف انداز کا استعمال کرتے ہیں، مگر اُن کی شاعری میں عوامی رنگ بھی جھلکتا ہے، جس سے ان کے کلام میں بے ساختگی اور روانی پیدا ہوتی ہے۔ قافیہ سادہ اور رواں ہوتا ہے، جس کا مقصد الفاظ کی نزاکت نہیں بلکہ پیغام کی قوت اور اثر انگیزی کو برقرار رکھنا ہے۔ اس کے مقابلے میں مولانا عبد العزیز پرہاروی کی زبان ادبی اور خالص کلاسیکی ہے۔ وہ ایک عالمِ دین اور فقیہ بھی تھے، اس لیے ان کے ہاں علمی دقت، فکری گہرائی اور نحوی وبلاغی استحکام نمایاں نظر آتا ہے۔ ان کے بیان میں استدلال، علمی ربط اور فکری بعد نظر آتا ہے، اور وہ سامع یا قاری کو علمی طریقے سے قائل کرتے ہیں۔ عروض کے میدان میں اُن کا رجحان خالص کلاسیکی بحور کی طرف ہے، جہاں وزن، بحر اور قافیہ کے استعمال میں سخت التزام ملتا ہے۔ ان کا قافیہ مضبوط، فکری اور ادبی ہوتا ہے، اور ان کی شاعری علمی حلقوں میں زیادہ پسند کی جاتی ہے۔

منشی غلام حسن شہید کی فنی دنیا ان دونوں سے مختلف ہے۔ چونکہ ان کی شخصیت میں خطابت، دعوت، جہاد اور عملی روحانی مجاہدہ کا رنگ غالب تھا، اس لیے ان کی زبان روایتی، خطیبانہ اور مؤثر ہے۔ ان کے کلام میں جوش، ولولہ، غیرتِ ایمانی اور حماسی انداز نمایاں رہتا ہے۔ وہ زبان کی سادگی اور فصاحت کو ایسے جوڑتے ہیں کہ

کلام سامع پر فوری اثر ڈالے اور عمل کا جذبہ پیدا کرے۔ بیان کی سطح پر وہ نرم جذبات کے بجائے حرارتِ ایمانی کو ترجیح دیتے ہیں، اور یہی انداز اُن کی شاعری کو دوسرے دو شعراء سے ممتاز کرتا ہے۔ قافیہ بھی اسی حماسی مزاج کے مطابق جاندار، بلند آہنگ اور جذبات کو اُبھارنے والا ہوتا ہے۔

یوں مجموعی طور پر تینوں شعراء کا فنی رشتہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ شاعری کا اصل اثر شاعر کی شخصیت، مزاج، ماحول اور دعوتی مقصد سے جڑا ہوتا ہے۔ ملتانی کی شاعری میں روحانی سادگی، پرہاروی میں علمی گہرائی، اور غلام حسن شہید میں جہادی حرارت کا فنی عکس ملتا ہے۔ گویا تینوں نے اپنے اپنے فنی اسلوب کے ذریعے ایک ہی پیغام "اصلاحِ معاشرہ، دینِ اسلام کی عظمت اور روحانی تربیت" کو مختلف رنگوں میں پیش کیا۔ یہ اختلافِ اسلوب دراصل تنوع بھی ہے اور حسن بھی، جو ان کی مجموعی شاعری کو ایک مشترکہ فکری ورثے میں تبدیل کرتا ہے۔

مجموعی فکری و روحانی ربط:

حافظ جمال اللہ ملتانیؒ، مولانا عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ، اور منشی غلام حسن شہید ملتانیؒ کے کلام کا مجموعی مطالعہ یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ ان تینوں کے ہاں فکری وحدت اور روحانی ربط محض اتفاقی مماثلت نہیں بلکہ ایک منظم دینی شعور اور مشترک دعوتی منہج کا نتیجہ ہے۔ تینوں کی فکری اساس قرآنِ حکیم اور سنتِ نبوی ﷺ پر قائم ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں تصوف، اخلاقیات، دعوت، اصلاحِ معاشرہ اور غیرتِ ایمانی سب ایک ہی دینی مقصد کے تابع نظر آتے ہیں۔ حافظ جمال اللہ ملتانیؒ کی سہ حرفی میں عشقِ الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ کو سلوکِ قلب اور تزکیۂ نفس کی بنیاد بنایا گیا ہے، جہاں شاعر فرد کے باطن کو سنوار کر معاشرے کی اصلاح کا راستہ ہموار کرتا ہے؛ ان کے ہاں روحانی کیفیت، اخلاص اور باطنی بیداری اصلاحی فکر کی اصل قوت ہیں، جیسا کہ ان کا یہ اسلوبی رجحان سہ حرفی کے متعدد اشعار میں نمایاں ہے۔[26] اس کے برعکس مولانا عبد العزیز پرہارویؒ *ایمانِ کامل* میں اسی روحانی فکر کو علمی استحکام عطا کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ دعوت و اصلاح اس وقت تک پائیدار نہیں ہو سکتی جب تک وہ صحیح عقیدہ، فہمِ شریعت اور علمی بصیرت پر قائم نہ ہو؛ ان کے نزدیک عشقِ رسول ﷺ کی صداقت اطاعتِ سنت، درست عقائد اور اجتماعی دینی نظم سے مشروط ہے، اسی لیے ان کا کلام فکری تطہیر اور اعتقادی استحکام کا کردار ادا کرتا ہے۔[27] منشی غلام حسن شہید ملتانیؒ ان دونوں زاویوں کو عملی اور جہادی جہت عطا کرتے ہیں؛ *دیوانِ گامن* اور *دیوانِ حسن* میں عشقِ رسول ﷺ، غیرتِ ایمانی اور دعوتِ دین ایک متحرک اور عملی صورت میں سامنے آتے ہیں، جہاں شاعر فرد کو محض نیکی کا داعی نہیں بلکہ باطل کے مقابل کھڑا ہونے والا مجاہد بناتا ہے۔ ان کے نزدیک دین

کی خدمت صرف وعظ یا باطنی کیفیت نہیں بلکہ حق کے لیے قربانی، اجتماعی مزاحمت اور عملی کردار کا نام ہے، جیسا کہ دیوانِ حسن کے اشعار میں بار بار حق وباطل کی کشمکش کو ایمانی غیرت سے جوڑا گیا ہے۔[28]

یوں یہ تینوں شعرا مختلف اسالیب اور لہجوں کے باوجود ایک ہی فکری وروحانی مشن کے نمائندہ ہیں: دلوں کی بیداری، ذہنوں کی اصلاح، اور عمل کے میدان میں دین کی سربلندی۔ یہی ہم آہنگی ان کے کلام کو برصغیر کی اسلامی اصلاحی شاعری میں ایک مربوط، متوازن اور ہمہ جہتی روایت کی حیثیت عطا کرتی ہے۔ حافظ جمال اللہ ملتانی، مولانا عبد العزیز پرہاروی اور منشی غلام حسن شہید کی شاعری کا مجموعی فکری اور روحانی ربط نہایت مضبوط اور جامع ہے، اگرچہ ان کے عہد، ماحول، اسلوب اور مزاج میں نمایاں فرق موجود ہے۔ ان تینوں کے ہاں قرآن و حدیث فکر کا بنیادی سرچشمہ ہے ان کی علمی اور شعری کاوشوں کا محور وحیِ الٰہی کی تعلیمات اور سنتِ نبوی ﷺ کی روشنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تمام فکری جہتیں، خواہ وہ تصوف ہو یا اخلاقیات، وعظ ہو یا اصلاحِ معاشرہ، عقائد کی درستگی ہو یا شعوری بیداری سب دینِ اسلام کی اصل بنیادوں سے مربوط رہتی ہیں۔ عشقِ رسول ﷺ ان تینوں کے ہاں محض جذباتی وابستگی نہیں بلکہ سلوک، اخلاق، تربیت اور اجتماعی اصلاح کی بنیاد کے طور پر جلوہ گر ہے۔ ان کا عشق سیرتِ طیبہ کے عملی اتباع سے جڑا ہے، جس کی بنا پر ان کی شاعری محض حمد و نعت تک محدود نہیں بلکہ ایک زندہ اخلاقی پیغام بن جاتی ہے۔

دعوتِ دین اور سماجی اصلاح تینوں کے یہاں مشترکہ ہدف کے طور پر ابھرتی ہے۔ حافظ جمال اللہ ملتانی سادگی اور محبت سے، پرہاروی علم واستدلال سے، اور غلام حسن شہید حماسی اور عملی انداز سے معاشرے کو دین کی طرف بلاتے ہیں۔ تینوں بدعات، خرافات، جہالت، نفاق، غفلت اور اخلاقی بگاڑ کے خلاف کھڑی دیوار نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک درد، ایک سوز، اور ایک اصلاحی بیانیہ پایا جاتا ہے جو امت کی بیداری اور اس کی روحانی اصلاح کا خواہاں ہے۔ وہ امت کو قرآن وسنت کی طرف لوٹنے، اپنے اخلاق کی تعمیر کرنے، دینی غیرت پیدا کرنے، اور باہمی اتحاد قائم رکھنے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ تینوں کے لیے ادب محض فن نہیں بلکہ دین کی خدمت اور اصلاحِ امت کا ذریعہ ہے۔ اُن کے نزدیک شاعری دلوں کو جگانے، ذہنوں کو روشن کرنے، اور کردار کو سنوارنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں جذبات کی شدت بھی ہے، علم کی پختگی بھی، تصوف کی لطافت بھی، اور عملی زندگی کا توازن بھی۔ گویا یہ تینوں مختلف زاویوں سے ایک ہی مشن پر کام کر رہے تھے۔ امت کو بیدار کرنا،

اخلاق کو سنوارنا، دلوں کو زندہ کرنا اور دین کو اپنی اصل شکل میں پیش کرنا۔ یہی عناصر تینوں کے درمیان فکری وحدت، روحانی ربط اور دعوتی ہم آہنگی کو ایک ناقابلِ انکار حقیقت کے طور پر سامنے لاتے ہیں۔

نتائج تحقیق

☆۔ حافظ جمال اللہ ملتانیؒ، مولانا عبد العزیز پرہارویؒ، اور منشی غلام حسن شہیدؒ کے کلام میں باوجود زمانی فاصلے، اسلوبی اختلافات اور ذوقی امتیازات کے، فکری و روحانی بنیادوں میں غیر معمولی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ تینوں شعراء قرآن و سنت کے اصولِ ہدایت کو مرکزِ فکر بناتے ہیں اور دین کی تبلیغ، اصلاحِ معاشرہ، اخلاقی بیداری اور روحانی تربیت کے مشترکہ مقاصد رکھتے ہیں۔

☆۔ تینوں شعرا کی شخصیت میں علم و عمل کا منفرد امتزاج نمایاں ہے۔ ملتانیؒ کی "سی حرفی" قلبی و وجدانی تربیت فراہم کرتی ہے، پرہارویؒ کی "ایمانِ کامل" علمی، فقہی اور فلسفیانہ زاویوں سے فکری بصیرت عطا کرتی ہے، جبکہ غلام حسن شہیدؒ کا "دیوانِ گامن" عملی، جہادی اور اخلاقی قیادت کی ترغیب دیتا ہے۔ یہ امتزاج قاری کو صرف معلوماتی یا ادبی سطح پر نہیں بلکہ عملی زندگی، اخلاقی رویے اور روحانی ترقی میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

☆۔ حافظ جمال اللہ ملتانیؒ نے ملتان میں خانقاہ و مدرسہ کا ایسا نظام قائم کیا جو علم، روحانیت اور اخلاقی تربیت کو یکجا کرتا تھا۔ ان کے شاگرد، بشمول منشی غلام حسن شہید، اس علمی و روحانی روایت کو آگے بڑھاتے رہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خانقاہی نظام صرف عبادتی مرکز نہیں بلکہ عملی اور تعلیمی تربیت کا بھی مضبوط ذریعہ تھا۔

☆۔ تینوں شعراء کے کلام میں تصوف کے متنوع مظاہر نظر آتے ہیں: ملتانیؒ کا تصوف وجدانی اور قلبی لطافت سے بھرپور، پرہارویؒ کا تصوف علمی و شرعی اصولوں پر مبنی، اور غلام حسن شہیدؒ کا تصوف عملی، جہادی اور معاشرتی اصلاح سے جڑا ہوا ہے۔ یہ تنوع ایک دوسرے کی تکمیل اور روحانی حکمت کی جامع تصویر پیش کرتا ہے۔

☆۔ تمام شعراء نے اصلاحِ معاشرہ کو اپنے کلام کا مرکزی مقصد قرار دیا۔ ملتانیؒ نے معاشرتی بیماریوں کے خلاف نرم مگر مؤثر اشعار پیش کیے، پرہارویؒ نے علمی، فقہی اور سنت پر مبنی دلیلوں سے بیداری پیدا کی، اور غلام حسن شہیدؒ نے عملی جدوجہد، قربانی اور جہاد کے ذریعہ معاشرتی انصاف کی تلقین کی۔

☆۔ فنی اعتبار سے تینوں شعراء کا کلام مختلف اسلوب اور آواز رکھتا ہے: ملتانیؒ کی سادہ، نرم اور وجدانی زبان، پرہارویؒ کا علمی و منظم کلاسیکی اسلوب، اور غلام حسن شہیدؒ کی ولولہ انگیز اور خطیبانہ زبان۔ یہ اختلاف ادبی تنوع پیدا کرتا ہے اور کلام کے فکری و روحانی اثر کو مزید وسعت دیتا ہے۔

☆۔ عشقِ رسول ﷺ تینوں شعراء کے ہاں مختلف زاویوں سے ظاہر ہوتا ہے: ملتانیؒ میں قلبی و وجدانی، پرہارویؒ میں علمی و شرعی، اور غلام حسن شہیدؒ میں عملی و جہادی۔ اس کے باوجود بنیادی روحانی مقصد اور عشق کی بنیاد ایک ہی ہے۔

☆۔ تینوں شعراء کا کلام نہ صرف ادبی اور فکری مواد فراہم کرتا ہے بلکہ ایک مکمل تربیتی ماڈل بھی پیش کرتا ہے جو دل، عقل اور عمل کے امتزاج کے ذریعے فرد اور معاشرہ دونوں کی اصلاح میں کردار ادا کرتا ہے۔

سفارشات

☆۔ "سی حرفی"، "ایمانِ کامل" اور "دیوانِ گامن" کو نصابی سرگرمیوں میں شامل کیا جائے تاکہ طلبہ اخلاقی، فکری اور روحانی تربیت حاصل کریں۔

☆۔ حافظ جمال اللہ ملتانیؒ کے خانقاہی نظام کو ماڈرن تعلیمی اداروں میں بطور تربیتی ماڈل اپنانا چاہیے، تاکہ علم و روحانیت کا امتزاج برقرار رہے۔

☆۔ محققین اور طلبہ کو چاہیے کہ یہ کلام نہ صرف ادبی تجزیہ کے لیے بلکہ عملی زندگی، اخلاقی تربیت اور روحانی بصیرت کے لیے بھی مطالعہ کریں۔

☆۔ منشی غلام حسن شہیدؒ کے کلام میں عملی اور جہادی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے نوجوانوں کے لیے تربیتی ورکشاپس اور سماجی اصلاحی پروگرام مرتب کیے جائیں۔

☆۔ "سی حرفی" اور دیگر کتب کا انگریزی سمیت دیگر زبانوں میں ترجمہ کیا جائے تاکہ یہ روحانی، اخلاقی اور ادبی مواد بین الاقوامی سطح پر بھی قابل رسائی ہو۔

☆۔ تینوں شعراء کے کلام کی فکری اور روحانی جہت کو اجاگر کرنے کے لیے سیمینارز، ورکشاپس اور علمی مباحثوں کا انعقاد کیا جائے تاکہ علمی و روحانی ورثہ موجودہ اور آنے والی نسلوں تک منتقل ہو۔

حواشی

[1] قاضی، عبد الغفار، اردو میں دینی شاعری کی روایت، دہلی، اردو اکیڈمی، ص، 214

[2] سی حرفی، ملتانی، حافظ جمال اللہ، جمال اکیڈمی ملتان، ص، 53

[3] ایضاً

[4] پرہاروی، علامہ عبد العزیز، ایمان کامل، العزیز اکیڈمی کوٹ ادو، ص، 32

[5] ایضاً

[6] دیوان حسن، غلام حسن شہید، شعبہ نشر واشاعت ندوۃ الاصفیاء ملتان، ص، 69

[7] مسلمانوں کی پستی اور اس کا علاج، ابوالحسن علی ندوی، مکتبہ اسلامی پبلشرز لاہور، ص، 184

[8] سی حرفی، حافظ جمال اللہ ملتانی، ص، 23

[9] ایضا، ص، 45

[10] ایمان کامل، علامہ عبدالعزیز پرہاروی، ص، 78

[11] دیوان گامن، غلام حسن شہید، ناشر مخدوم محمد احسن ملتان، ص، 12

[12] دیوان حسن، غلام حسن شہید ص، 56

[13] اردو میں دینی شاعری کی روایت ص:102

[14] سی حرفی، حافظ جمال اللہ ملتانی، ص، 44

[15] ایمان کامل، علامہ عبدالعزیز پرہاروی، ص، 25

[16] دیوان گامن، منشی غلام حسن، ص، 11

[17] سی حرفی، حافظ جمال اللہ ملتانی، ص، 44

[18] ایمان کامل، علامہ عبدالعزیز پرہاروی، ص، 26

[19] دیوان گامن، منشی غلام حسن، ص، 34

[20] سی حرفی حافظ جمال اللہ ملتانی، ص، 67

[21] ایمان کامل، علامہ عبدالعزیز پرہاروی، ص، 31

[22] دیوان گامن، منشی غلام حسن، ص، 28

[23] سی حرفی، حافظ جمال اللہ ملتانی، ص، 41 تا43

[24] ایمان کامل، علامہ عبدالعزیز پرہاروی، ص، 85 تا90

[25] دیوان حسن، منشی غلام حسن ص، 52

[26] سی حرفی حافظ جمال اللہ ملتانی، ص، 37 تا39

[27] ایمان کامل، علامہ عبدالعزیز پرہاروی، ص، 112 تا115

[28] دیوان گامن، منشی غلام حسن، ص، 21 تا23